حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلوی

حالات، ملفوظات، مکتوبات

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلویؒ کی بابرکت شخصیت سے اور ان کی ذات گرامی سے کون اہل علم اور اہل دل واقف نہیں؟ جنہوں نے تقریباً ساٹھ سال دہلی میں رہ کر تشنگانِ علم دین اور طالبانِ معرفت کو اسرار شریعت اور رموز طریقت کے اسباق پڑھائے ہیں۔ حقائق و معارف کے دُرہائے نایاب تقسیم کئے ہیں، اپنے ذاتی صلاح و تقویٰ کی بلندی کے ساتھ اصلاح و ارشاد، تزکیۂ قلوب اور تلقین حکمت میں اپنے اوقات بسر کئے ہیں۔ جنہوں نے اتباع شریعت اور متابعت سنت کا پورا پورا التزام کرتے ہوئے خالص درویشانہ اور متوکلانہ انداز میں اپنی پوری عمر گذاری ہے جنہوں نے خانقاہ اور مدرسہ کے معتدلانہ امتزاج سے علمی و روحانی محفلوں کو ایک رونق تازہ اور حیاتِ خوش آیند بخشی ہے۔ جن کے نفس گرم کی تاثیر سے بہت سے اعلیٰ کردار انسان نمودار ہوئے جنہوں نے اسلام اور انسانیت کو فائدہ پہنچایا۔ جن کے فیوض و برکات کی ایک عظیم الشان یادگار ان کے صاحبزادے حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں۔ جنہوں نے اسلامی علوم و فنون اور ایمانی و احسانی حقائق کی اشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا، جنھوں نے اپنی تصانیف اور اپنے تلامذہ و رفقاء کے ذریعے فلاح دارین اور کیف مدام کے سامان مہیا کر دیئے۔ جن کے تعلیمی و روحانی کارنامے آج بھی عالم گیر اور ہمہ گیر ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے حکمت مآب نظریات کی آفاقیت تا قیام قیامت روشن و برقرار رہے گی۔ میرا خیال ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ

ـــــــــــــــــــ

لہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ بابت ماہ ذی قعدہ ۸۵ھ سے شکریہ کے ساتھ ــــ مدیر

محدث دہلویؒ کے ذہن و فکر کا اندازہ اس وقت تک پوری طرح نہیں ہو سکتا جب تک ان کے ماحول، خاندان خصوصاً ان کے والد ماجد کی سیرت ساز شخصیت سے اچھی طرح واقفیت نہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے تقریباً ۹۰ صفحات کا ایک رسالہ اپنے والد ماجد کے حالات میں لکھا ہے جس کا نام بوارق الولایۃ ہے اور جو انفاس العارفین میں مندرج ہے۔ اس رسالہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے والد ماجد کے حالات و ملفوظات اس انداز سے لکھے ہیں کہ اگر حضرت شاہ صاحب عبدالرحیمؒ اپنی خود نوشت سوانح عمری لکھتے تو شاید اس سے زیادہ جامع اور پر کیف نہ ہوتی۔

میں چاہتا ہوں کہ اس رسالہ کا خلاصہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے اس کے ساتھ ساتھ انفاس رحیمیہ اور ارشاد رحیمیہ سے کچھ اقتباسات لے کر حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلویؒ کے حالات و کلمات طیبات کا ایک مجموعہ اور مرقع پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام ناظرین کو بزرگوں کے حالات و اقوال سے مستفیض فرمائے (آمین) کیا عجب ہے ان اکابر دین کی برکت سے عشق الٰہی شوق اتباع سنت اور ذوق طلب آخرت کا کوئی ذرہ ہمارے قلوب میں بھی پیدا ہو جائے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ وجیہ الدین فاروقی شہیدؒ ہیں۔ جو کمال تقویٰ و شجاعت سے موصوف اور سپاہیانہ انداز میں رہنے والے درویش صفت انسان تھے۔ مالی اور اقتصادی حیثیت سے ایک متوسط قسم کے باوضع شخص تھے۔ درباری امراء کی رفاقت اور لشکر شاہی کی ملازمت میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گزارا مگر جذبۂ دینداری ان کے ہر عمل و کردار سے ظاہر ہوتا تھا۔ ہر رات قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت کرنا ان کا ایسا معمول تھا کہ سفر و حضر میں اور کسی حال میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ جب قوت بصر ضعیف ہو گئی تو جلی قلم سے لکھا ہوا قرآن حاصل کر لیا جو سفر میں بھی ساتھ رہتا تھا سفر میں اپنے گھوڑے کو کھیتوں سے ہٹا کر لے جاتے تھے اس خوف سے کہ کہیں گھوڑا کسی کی کھیتی میں منہ نہ ڈال دے اور اسے پامال نہ کر دے۔ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ بیان فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد ماجد اپنے خادموں، ملازموں اور گھاس بیچنے والوں تک سے ایسا نرمی اور انصاف کا معاملہ کرتے تھے کہ متقیان زمانہ میں وہ کم پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ راہ سلوک میں بھی گامزن ہو گئے

تھے اور ان کے حالات میں بہت بلندی آگئی تھی۔ شیخ وجیہ الدین شہیدؒ کی شجاعت و جرأت کے بہت سے عجیب و غریب واقعات انفاس العارفین میں لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے والد ماجد کی زبانی اپنے دادا کی شہادت کا واقعہ بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شہادت سے کچھ دنوں پہلے حضرت شہیدؒ ایک رات تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نماز میں سجدہ اتنا طویل کیا کہ شاہ عبدالرحیمؒ کو یہ گمان ہوا کہ شاید ان کی روح پرواز کر گئی ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو استفسار کرنے پر فرمایا کہ مجھ پر ایک بیہوشی طاری ہوئی جس میں شہیدوں کے حالات پر مجھے مطلع کیا گیا ان کے درجات و مثوبات مجھے اس قدر مرغوب ہوئے کہ میں نے حضرت حق سے الحاح و زاری کے ساتھ اپنی شہادت کی درخواست کی تا آنکہ اس دعا کی اجابت و قبولیت میرے اوپر منکشف ہوگئی اور بجانب دکن اشارہ ہوا کہ جائے شہادت وہاں ہے، باوجودیکہ فوجی ملازمت ترک کر چکے تھے مگر اس واقعہ کے بعد انہوں نے از سر نو اسباب سفر فراہم کیا، گھوڑا خریدا اور دکن کی طرف متوجہ ہوگئے۔ گمان یہ تھا کہ اس وقت کے ایک مشہور غیر مسلم باغی سردار سے مقابلہ ہوگا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جب برہان پور پہونچے تو ان پر منکشف ہوا کہ موضع شہادت کو پیچھے چھوڑ آئے ہو، برہان پور سے رجوع کیا۔ اثنائے راہ میں تاجروں کے ایک مختصر سے قافلے سے ملاقات ہوئی جو صفت صلاح و تقویٰ سے متصف تھے، ان کے قافلے میں شریک ہوگئے اور قصبۂ ہنڈیا سے دہلی سے واپس جانے کا ارادہ تھا کہ ایک بوڑھا غیر مسلم سامنے آیا جو افتاں و خیزاں چل رہا تھا۔ آپ کو اس کے حال پر رحم آیا، دریافت فرمایا کہاں کا قصد ہے اس نے کہا میں دہلی جا رہا ہوں، فرمایا اچھا روزانہ کچھ دام اپنے خرچ کے لئے ہمارے آدمیوں سے لے لیا کرنا۔ درحقیقت وہ بوڑھا ڈاکوؤں کا جاسوس تھا۔ جب سرائے نوبریا میں پہنچے تو اس جاسوس نے اپنے ساتھیوں کو خبر کر دی ڈاکوؤں کا ایک بڑا گروہ سرائے میں داخل ہوا۔ حضرت شیخ وجیہ الدین اس وقت تلاوتِ کلام مجید میں مشغول تھے۔ ڈاکوؤں میں سے دو ایک نے آگے بڑھ کر دریافت کیا کہ وجیہ الدین کون ہے؟ جب معلوم ہوگیا کہ یہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ نہیں کہنا، ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ مال نہیں ہے اور تم نے ہمارے ایک آدمی کے ساتھ سلوک بھی کیا ہے۔ لیکن یہ تاجر فلاں فلاں قیمتی سامان اپنے ہمراہ رکھتے ہیں ہم ان کو لوٹیں گے۔ حضرت شہیدؒ نے اس بات کو گوارا نہ کیا

کہ جیتے جی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ساتھیوں کو لٹتا اور غارت ہوتا دیکھیں خود پوری ہمت اور جرأت کے ساتھ ان سے لڑنے پر آمادہ ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ مگر اتنی کثیر جماعت کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے بالآخر شہید ہوئے اور اسی سرزمین میں دفن ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ان کے والد ماجد شہادت کے بعد اسی دن شام کو دہلی میں ان کے سامنے متمثل ہوئے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرا ارادہ تھا کہ ان کے جسد کو دہلی میں منتقل کر دوں۔ لیکن انہوں نے متمثل ہو کر منع فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کی ننہیال

شیخ رفیع الدین محمد ابن شیخ قطب عالم ابن حضرت شیخ عبدالعزیز شکربار دہلوی آپ کے نانا تھے۔

شیخ رفیع الدین محمد کے والد ماجد شیخ قطب عالم کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے آغاز سلوک میں مدتوں ان کی خانقاہ میں قیام کر کے ان سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اسی زمانے میں حضرت شیخ قطب العالم پر ایک رات یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ نصیب خواجہ بخارا میں ہے اسی وقت آپ نے حضرت خواجہ سے فرما دیا تھا کہ تم کو مشائخ بخارا طلب کر رہے ہیں چنانچہ وہ بخارا روانہ ہو گئے اور وہاں حضرت خواجہ امکنگی سے سب کچھ حاصل کیا جب حضرت خواجہ واپس آئے تو خود شیخ قطب العالم نے حضرت خواجہ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ شیخ قطب العالم کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادے شیخ رفیع الدین محمد تھے۔ انہوں نے طریقہ چشتیہ و قادریہ اپنے والد ماجد سے اخذ کیا تھا۔ اور شیخ نجم الحق کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے تھے۔ بعدہ اپنے والد بزرگوار کی ترغیب و تاکید سے حضرت باقی باللہ کی صحبت میں بالالتزام رہنے لگے۔ حضرت خواجہ کو شیخ رفیع الدین محمد کی جانب بہت التفات تھا۔ شیخ رفیع الدین محمد جو بات خدمت خواجہ میں عرض کرتے تھے اس کو شرف قبولیت بخشا جاتا تھا۔ فیض یافتگان حضرت خواجہ اسی بنا پر شیخ رفیع الدین محمد کو محبوب خواجہ کہتے تھے۔

شیخ رفیع الدین محمد کا عقد نکاح

شیخ رفیع الدین محمد کا دوسرا نکاح جب شیخ محمد عارف ابن شیخ عبدالغفور اعظم پوری (خلیفۂ قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کی صاحبزادی سے ہونا قرار پایا۔ تو مجلس نکاح میں شرکت کے لئے شیخ رفیع الدین محمد نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ سے عرض کیا۔ حضرت

خواجہ نے اپنے ضعف کا عذر فرمایا۔ اس پر شیخؒ نے عرض کیا کہ اگر حضرت والا تشریف نہیں لے جائیں گے تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔ مجبوراً حضرت خواجہؒ اعظم پور باسٹہ (ضلع بجنور) نزد بچھرایوں تشریف لے گئے۔ انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ اس طرف کے صوفیائے کرام نے جب حضرت خواجہؒ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو جوق جوق استقبال کے لئے آئے۔ سو سو کوس سے اہل اللہ حضرت خواجہؒ کی ملاقات کے اشتیاق میں کھچ کھچ کر اعظم پور باسٹہ پہنچ گئے تھے۔ اس طرح ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک عجیب روحانی مجلس منعقد ہوئی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اس واقعہ کو نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی والدہ ماجدہ (جو کہ شیخ رفیع الدین محمدؒ کی صاحبزادی تھیں) انہیں اعظم پور کے شیخ محمد عارف کی نواسی تھیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے ابتدائی حالات اور تعلیم

حضرت شاہ عبدالرحیم تقریباً ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جب ہوش سنبھالا تو تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ بچپن ہی سے آثار رشد و صلاحیت آپ کے اطوار سے نمایاں تھے۔ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ میرے ماموں شیخ عبدالحیٔ ایک اونچے درجے کے درویش مزاج نیک دل انسان اور متقی بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکوں کی تربیت میں بہت کوشش کی مگر وہ متاثر نہیں ہوتے تھے اس بات سے۔ ان کو بہت غم تھا۔ میرے بچپن کے زمانے میں ایک دن ماموں صاحب نے مجھے دیکھا کہ میں دستار زانو پر رکھے ہوئے دھیان کے ساتھ قاعدے کے مطابق مسنون طرز پر وضو کر رہا ہوں تو بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا اور یوں فرمایا کہ میں اپنی اولاد کے اندر تربیت کا اثر نہ ہونے کی وجہ سے ڈرتا تھا کہ کہیں ہمارے اسلاف کی نسبت منقطع نہ ہو جائے۔ اب معلوم ہوا کہ ہمارے خاندان میں اسلاف کی نسبت و خصوصیت کا حامل موجود ہے۔ اگر اولاد پسری میں نہیں تو کیا غم ہے اولاد دختری میں تو ہے۔

انفاس العارفین میں ہے کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لے کر شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک اپنے بھائی شیخ ابوالرضا محمدؒ سے پڑھا ہے اور چند دیگر کتب میر زاہد ہرویؒ سے پڑھی ہیں۔

حضرت خواجہ خُردؒ سے تلمذ

حضرت خواجہ خردؒ سے بھی تھوڑی سی تعلیم حاصل کی ہے اس کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔ کہ جب میں اپنے بھائی سے شرح عقائد اور حاشیہ خیالی پڑھ رہا تھا تو میں نے ایک مقام پر ایک اعتراض کیا بھائی نے اس کا جواب دیا اس کے بعد برابر سوال و جواب ہوتا رہا اور ایک مناظرے کی سی شکل پیدا ہو گئی جس سے طرفین میں کچھ رنجش سی پیدا ہو گئی۔ میں نے اس کتاب کا پڑھنا موقوف کر دیا۔ ایک دن ہم دونوں بھائی حضرت خواجہ خُردؒ کی خدمت میں گئے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ خیالی کہاں تک ہو گئی میں نے کہا کہ عرصہ سے میں نے اس کا پڑھنا موقوف کر دیا ہے، فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ احکام نماز روزہ سے تو آگاہی ہو گئی ہے اب اس سے زیادہ تعلیم میسر نہیں ہے اس بات پر اور زیادہ اہتمام سے وجہ دریافت کی آخر کار اصل وجہ معلوم ہو گئی فرمایا اچھا ہمارے پاس پڑھو اور اس بات کو بڑی تاکید سے فرمایا۔ میں صبح کو کتاب آپ کے پاس لے گیا آپ نے درس دیا جب میں نے وہ اعتراض آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور قوت اعتراض کا اظہار و اعتراف کیا، دوسرے اور تیسرے دن بھی درس دیا چوتھے دن فرمایا کہ تمہارے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ نے مجھ کو بس تین دن ہی سبق پڑھایا ہے میں بھی تم کو تین دن سے زیادہ درس نہیں دوں گا پھر حضرت خواجہ خردؒ نے اپنے تین دن کے اسباق کا دلچسپ واقعہ سنایا (جو انفاس العارفین میں درج ہے) اور ساتھ ہی ساتھ حضرت خواجہ خردؒ نے شیخ رفیع الدین محمد کی یہ کرامت بھی بیان فرمائی کہ تین درس دینے کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر تمہیں فنِ تصوف کی تحقیق مقصود ہے تو مجھ سے کہو میں تمہارے مکان پر آکر روزانہ پڑھا جایا کروں گا مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم یہاں آنے کی زحمت اٹھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میرا یہاں آنا حضرت تجویز نہیں کرتے اور حضرت کی تکلیف مجھے منظور نہیں ہے تو اب یہی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ سے تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہوا۔ اس پر خوش ہو کر فرمایا کہ ایک صورت اور بھی ہے اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد فیروز شاہی میں تشریف لائے اور ایک جگہ متعین کی اور فرمایا تصوف کی کوئی سی بھی مشکل کتاب ہو تم کو یہاں بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اگر کتاب حل نہ ہو تو میرا ذمہ ہے۔ اس کے بعد کسی کتاب میں کوئی مشکل پیش آتی تو میں اس

جگہ بیٹھ کر مطالعہ کرنا تھا مشکل حل ہو جاتی تھی۔ اگر ایک بالشت بھی اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ بیٹھتا تھا تو وہ دوسرے مواضع کی حیثیت رکھتی تھی۔ جب حضرت خواجہ خردؒ نے یہاں تک بیان فرمایا تو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے عرض کیا کہ وہ تین سبق تو اس کرامت کے ساتھ مقید تھے اگر آپ بھی کوئی تصرف فرمائیں تو بہت اچھا ہو۔ فرمایا کہ میں تمہارے متعلق یہ کہتا ہوں کہ اب اگر آئندہ تمہیں کسی کتاب کے مطالعہ میں مشکل پیش آجائے تو تم میرے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں نابکار نے میری راہ لوٹ لی۔ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بحمداللہ اس کے بعد مجھے مطالعہ میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی اگرچہ میں نے تکمیل میرزاہد کے پاس کی مگر وہاں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حاصل کی ہوئی چیز کو حاصل کر رہا ہوں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک کتاب کا اوّل حصہ ابھی پڑھ رہا ہوں اور اس کے آخری حصے کو پڑھا دیتا تھا۔

مرزا محمد زاھد سے تلمذ آپ نے مرزا زاھد ہرویؒ سے معقولات اور علم کلام کی کتابیں پڑھیں جس زمانے میں حضرت شاہ اورنگ زیب عالمگیر آگرے میں تھے مرزا محمد زاہد ہروی محتسب لشکر کی حیثیت سے وہیں رہتے تھے آپ بھی اپنے والد ماجد شیخ وجیہ الدین شہید کے ہمراہ آگرہ چلے گئے تھے۔

اس زمانہ تعلیم کے بہت سے واقعات انفاس العارفین میں مختلف مقامات پر لکھے ہوئے ہیں۔ انفاس العارفین میں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی زبانی ایک جگہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شرح مواقف اور تمام کتب کلامیہ واصولیہ میں نے مرزا زاہد ہروی سے پڑھی ہیں۔ وہ میری جانب بہت توجہ فرماتے تھے۔ اگر کسی دن میں نے یہ کہہ کر کہ آج میں نے مطالعہ نہیں کیا ہے۔ سبق ناغہ کرنا چاہا تو فرماتے تھے میاں سبق ناغہ نہیں ہونا چاہیئے ایک دو سطر ہی پڑھ لو۔

مرزا محمد زاھد کا تقویٰ ایک دلچسپ واقعہ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ مرزا محمد زاہد نے ماہ رمضان میں ایک دن میری دعوت کی۔ میں ان کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا جب مغرب کا وقت ہوا تو ایک کباب فروش آیا اور کبابوں سے بھرا ہوا ایک خوان ان کے سامنے لا کر رکھدیا اور کہا کہ میں یہ کباب بطور نذرانہ لایا ہوں مرزا زاہد نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے شخص نہ میں تیرا پیر ہوں اور نہ استاد ہوں۔ پھر نذرانہ کس بات کا ہے؟

تیری نہ کوئی غرض ہے، اپنی غرض بیان کر اس نے کہا میں کوئی غرض نہیں رکھتا مرزا زاہد ہروی نے بہت تاکید سے کباب لانے کی وجہ دریافت کی بالآخر معلوم ہوا کہ اس کی دوکان راستہ پر ہے مرزا ہروی کے سپاہیوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس کی دکان یہاں سے ہٹادیں ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے ہم کل کو ایک شخص بھیجیں گے تاکہ وہ انصاف کرے پھر فرمایا کہ اب جاؤ۔ (اور کباب بھی لے جاؤ) کباب فروش نے کہا کہ یہ کباب تو میں نے آپ کے لئے بنائے ہیں اب تو میں ان کو بیچ بھی نہیں سکتا ہوں اس لئے کہ اس وقت اس قدر کباب کوئی بھی نہیں خریدے گا آپ نے اپنے لڑکوں کے معلم کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا کہ ان کبابوں کی قیمت کا اندازہ کر دو اور ہمارے گھر سے دام ادا کر دو ۔ معلم نے آٹھ آنے قیمت تجویز کی۔

شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے استاد سے آہستہ سے کہا کہ جناب عالی آپ کی غرض تو یہ ہے کہ رشوت سے اجتناب ہو مگر آپ کا مقصد کسی طرح پورا نہیں ہو رہا ہے اس لئے کہ ان کبابوں کی قیمت تو مجوزہ قیمت سے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے یہ شخص صرف آٹھ آنے لینے پر اس لئے راضی ہو گیا کہ اس کی ایک غرض وابستہ ہے ۔ مرزا زاہد کو تنبہ ہوا اور کباب فروش کو اپنے پاس بلا کر دریافت فرمایا کہ سچ سچ بتا گوشت مصالحہ اور ایندھن کس قیمت کے تھے اور تیری اجرت کتنی ہوئی ۔ جب حساب ہوا تو کبابوں کی قیمت ساڑھے تین روپے بیٹھی ۔ یہی رقم اس کو دی گئی اس کے بعد مرزا زاہد نے معلم کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ تم یہ چاہتے تھے کہ میں روزے کو حرام طریقے سے حاصل کئے ہوئے کھانے سے افطار کروں ؟ یہ کون سی عقلمندی اور کہاں کی ہمدردی تھی ۔؟ بعدہٗ وہ کباب تناول فرمائے۔

مرزا زاھد کا مختصر حال حضرت شاہ ولی اللہ کے قلم سے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انفاس العارفین میں مرزا زاہد کا مختصر حال اس طرح قلم بند فرمایا ہے۔

مرزا محمد زاہد[1] ہروی قاضی اسلم[2] کے فرزند

---

[1] مرزا محمد زاہد صاحب حواشی مشہور ہیں ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی اپنے والد قاضی اسلم اور دیگر فضلائے وقت سے تحصیل علم کی (باقی ص۷۹۶ پر)

ستھے۔ قاضی اسلم جہانگیر کے زمانے میں ہرات سے ہندوستان آئے تھے۔ جہانگیر نے ان کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا تھا۔

مرزا محمد زاہد ملا محمد فاضل بدخشانی کے شاگرد تھے۔ ابتدائے جوانی میں کابل پہونچ کر ملا صادق حلوائی سے بھی تلمذ کیا تھا۔ بعد ازاں طوران جاکر مرزا محمد جان شیرازی کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اور فنون حکمت کو ملا یوسف سے حاصل کیا جو مرزا محمد جان کے ارشد تلامذہ میں سے اور مشہور زمانہ اساتذہ میں سے تھے۔ پھر لاہور وارد ہوئے اور تفسیر و اصول کو ملا جمال لاہوری سے پڑھا جو کہ عربیت میں یگانۂ روزگار تھے۔ آخر میں وہ حاوی علوم عقلیہ و نقلیہ ہو گئے۔

آپ نے تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کرلی تھی۔ جودتِ ذہن اور استقامتِ فہم میں اپنے زمانے کے اندر بے نظیر تھے۔ آپ کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں مشہور اور طالبان علم کے درمیان رائج ہیں۔

حاشیۂ شرح مواقف، حاشیۂ شرح تہذیب، حاشیۂ تصور و تصدیق، ان کے علاوہ

(بقیہ حاشیہ) شاہجہاں کے زمانہ میں تحریر وقائع کابل کی خدمت پر مامور ہوئے۔ [illegible] عہد عالمگیری میں احتساب عسکر سلطانی بعدہٗ صدارت کابل سے ممتاز ہوئے اور کابل [illegible] میں وفات فرمائی۔

(ماخوذ از مہر جہانتاب قلمی مؤلفہ حکیم سید فخرالدین حسنی رائے بریلوی)

۵ حضرت خواجہ کوہی جو سرخیل مشائخ خراسان تھے آپ کے مورث اعلیٰ تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے لاہور کے اکابر علمائے علم حاصل کیا بعد تکمیل آگرہ آئے اور قضائے کابل سے ممتاز ہوئے، پھر ان کو قضائے عسکر سلطانی پر مامور کیا گیا۔ جہانگیر کے بعد شاہجہان نے ان کو اسی عہدے پر فائز رکھا۔ [illegible] میں مستعفی ہوکر لاہور چلے گئے، وہیں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ از مہر جہانتاب)

بھی اور تصانیف ہیں۔

غالباً حاشیہ شرح مواقف کا مسودہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے پڑھنے کے زمانہ میں ہوا اور اس کا مبیضہ کابل میں کیا گیا ہے۔ مرزا زاہد نے جب منصب احتساب سے استعفیٰ دے دیا تو کابل چلے گئے اور وہیں گوشۂ عزلت اختیار کر لیا۔ مرزا محمد زاہد، صوفیا کے مشرب صافی سے بھی بہرۂ تام رکھتے تھے اور اکابر طریقت میں کسی ایک بزرگ کے صحبت یافتہ بھی تھے۔

شاہ کلیم اللہ (متوفی ۱۷۲۹ء) کے اساتذہ میں سے ایک شیخ ابوالرضا الہندیؒ شاہ ولی اللہ کے تایا تھے۔ انہوں نے اپنے شاگرد کے ذہن و قلب پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ ان ہی کے ذریعہ سے شاہ کلیم اللہ دہلوی کا رشتہ خاندانی ولی اللہی سے قائم ہو جاتا ہے۔

آپ شیخ وجیہہ الدین شہید کے فرزند رشید اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے بڑے بھائی تھے علوم ظاہری کی تکمیل حافظ بصیر کی نگرانی میں کی۔ حافظ بصیر اس زمانے میں اپنے علمی تبحر کی بنا پر بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ان کے فیض صحبت سے شیخ ابوالرضا نے بہت جلد علوم ظاہری میں دستگاہ حاصل کر لی۔ پھر خواجہ خرد خلف الصدق حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہیں طے کیں۔ ابتدائی زمانے میں امراء سے میل جول رکھتے تھے اور شاہی دربار میں ایک ممتاز عہدہ بھی قبول کر لیا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اس زندگی سے طبیعت گھبرا گئی۔ اور انہوں نے مسجد فیروز آباد کے قریب ایک حجرے میں رہنا شروع کیا...

شیخ ابوالرضا اپنے زمانے کے جید عالم تھے علوم عقلی و نقلی کے ہر گوشے پر کامل عبور تھا طبیعت کا زیادہ رجحان تصوف کی طرف تھا۔ اکثر اوقات اشغال و اذکار میں انہماک رہتا تھا ساتھ ہی ساتھ درس و تدریس کا بھی شوق تھا... شیخ ابوالرضا وحدت الوجود کے قائل تھے۔

(ماخوذ از تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد صاحب نظامی)